Al-Mahdi Research Journal (MRJ)
Vol 5 Issue 4 (April-June 2024)
HJRS HEC Journal Recognition System
Category Y
ISSN (Online): 2789-4150
ISSN (Print): 2789-4142

Comparative Review of Basic Human Rights in Islam and UN Declaration

بنیادی انسانی حقوق کا اسلام اور اقوام متحدہ کے عالمی منشور کی روشنی میں جائزہ

Dr Muhammad Akhtar Abid

SST, Islamiat, Punjab Workers Welfare School Arl Morgah, Rawalpindi, akhtarabid054@gmail.com

Abstract

The Western world has made it a habit to direct the blessings and reforms that have been brought into the globe onto themselves, as if the rest of the world were engulfed in a state of ignorance and darkness. Despite the fact that the Magna Carta of the United Kingdom is considered to be the origin of the concept of human rights, Islam has provided the most comprehensive and all-encompassing foundation for human rights fourteen hundred years earlier, approximately 600 years before Magna Carta. An examination of the similarities and differences between the United Nations Charter on Human Rights and the comprehensive sociopolitical and economic arena of human rights as outlined by Islam is the subject of this research paper.

Keywords: Comparative Review, Basic Human Rights, Islam, UN Declaration

تمہید

اہل مغرب کا یہ معمول رہا ہے کہ دنیا میں جو نعمتیں اور اصلاحات آئی ہیں ان کو اپنی طرف اس طرح منسوب کر دیتے ہیں جیسے باقی دنیا جہالت کے اندھیروں میں ڈوبی ہوئی ہو اور ان چیزوں سے ناآشنا ہو۔انسانی حقوق کے تصور کو برطانوی میگنا کارٹا سے منسوب کر دیا گیا ہے، حالانکہ اسلام نے میگنا کارٹا سے تقریباً 600 سال پہلے انسانی حقوق کی مکمل اور جامع بنیاد پیش کی تھی۔یہ تحقیقی مضمون اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے چارٹر اور اسلام کی طرف سے حقوق کے حوالے سے اسلام نے انسانیت کو ساڑھے چودہ سو سال پہلے ایک جامع تصور سے نوازا ہے، جو انسان کے معاشی، معاشرتی اور سیاسی تمام قسم کے حقوق کا احاطہ کرتا ہے۔ اسلام کا انسانی حقوق کا تصور بنیادی طور پر بنی نوع انسان کے احترام اور مساوات پر مبنی ہے۔قرآن کریم کے مطابق اللہ تعالی نے نسلِ انسانی کو تمام مخلوقات پر فضیلت اور عزت دی ہے۔قرآن کریم میں شرفِ انسانیت کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے:

"تخلیق آدمؑ کے وقت اللہ تعالی نے فرشتوں کو سیدنا آدمؑ کو سجدہ کرنے کا حکم دیا اور اس طرح آدمؑ کی نسل کو تمام مخلوقات پر فضیلت دی گئی۔"[1]

انسانی حقوق کا جو تصور مغرب نے پیش کیا ہے وہ انتہائی ناقص اور فرسودہ ہے، زندگی کے مختلف شعبوں کا احاطہ کرنے کے لیے اس کی وسعت نہیں، پھر بھی مغرب انسانی حقوق پر لکھتے لکھتے نہیں تھکتا۔مختلف مذہبی اور غیر مذہبی جنگوں اور اس کے نتیجے میں ہونے والے مظالم کی وجہ سے انسانی حقوق ایک اہم موضوع بن چکا ہے اور دنیا کی مختلف یونیورسٹیوں میں بنیادی انسانی حقوق کے حوالے سے سیمینارز اور مذاکرے منعقد کیے جا رہے ہیں۔اور مختلف اربابِ نظر انسانی حقوق کے حوالے سے نئے نئے فلسفے پیش کر رہے ہیں۔اگر پاکستان کے تناظر میں دیکھا جائے تو انسانی حقوق کے کچھ نام نہاد علمبردار انسانی حقوق کی آڑ میں اسلام کو ہدف تنقید بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔اس لیے اسلام اور بین الاقوامی کنونشنز کی روشنی میں انسانی حقوق کا تقابلی تجزیہ پیش کرنے کی ضرورت ہے۔تاکہ اسلام میں انسانی حقوق کی اہمیت کو واضح کیا جا سکے اور اسلام پر غیر ضروری تنقید کا علمی محاسبہ کیا جا سکے۔

حق کی تعریف

حق کا اصل معنی 'مطابقت' اور 'ہم آہنگی' ہے، لہذا جو چیز حقیقت سے مطابقت رکھتی ہے اسے 'حق' کہا جاتا ہے۔خداتعالیٰ کو حق کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی پاک ذات سب سے بڑی حقیقت ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔حق کا لفظ مصدر ہے جو اہل لغت کے ہاں باطل کے مقابلے میں استعمال ہوتا ہے اور اس کی جمع حقوق آتا ہے۔[2] چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلاَ تَلْبِسُواْ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ۔[3]

CC BY

"یعنی حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط نہ کرو۔"

حق مادہ "ح۔ق " ہے۔کسی چیز کا اس طرح موجود ہو جانااور اس طرح ثابت ہو کہ اس کے ہونے سے انکار نہیں کیا جا سکتا جب وہ واقع ہو جائے تو اسے حق کہا جاتا ہے۔شریعت کی اصطلاح میں حقوق کو عموماً توسیع کے اصول کے مطابق تقسیم کیا جاتا ہے، اس لیے کچھ حقوق عمومی نوعیت کے ہوتے ہیں، مثلاً تعلیم کا حق اور انصاف پر مبنی فیصلے کا حق وغیرہ۔انفرادی نوعیت کے، جنہیں خصوصی حقوق کہا جاتا ہے، مثال کے طور پر، اپنے لیے روزی کمانے کا حق یا زوجین کے میاں بیوی ایک دوسرے کے اوپر واجب حقوق ۔[4] دورِ حاضر کے مغربی مفکرین نے مختلف معانی کے لحاظ سے حقوق کی تقسیم کی ہے، جیسے سماجی حقوق، سیاسی حقوق، معاشرتی حقوق، معاشی حقوق، لسانی حقوق اور ثقافتی حقوق وغیرہ۔[5]

انسانی حقوق

انسانی حقوق، آزادی اور حقوق کا تصور ہے جس کے تمام مسلمان اور اہل ایمان برابر کے حقدار ہیں۔اس نظریہ میں وہ تمام اجزا شامل ہیں جن کے تحت کرہ ارض پر بسنے والے تمام انسان بنیادی ضروریات اور سہولیات کے لحاظ سے مساوی حقوق کے حقدار ہیں۔کسی بھی خطے یا معاشرے میں انسانی اخلاقیات، انصاف، روایات اور فطری طور پر سماجی عوامل کا مضبوط اور مستحکم ہونا ضروری ہے۔لہذا انسانی حقوق کے تصور کو یا تو عوامی رائے کے ذریعے اور قومی اور بین الاقوامی قوانین کی مدد سے نافذ کیا جاتا ہے۔

> "انسانی حقوق تعریف کے لحاظ سے ایک وسیع موضوع ہیں اور اس بارے میں اختلاف ہے کہ کن مخصوص حقوق کو بنیادی انسانی حقوق سمجھا جاتا ہے یا ان سے انکار کیا جاتا ہے۔خطوں، معاشروں اور دہائیوں کی ترقی کے ساتھ ساتھ انسانی ضروریات اور حقوق کی شکلیں بھی بدلتی رہتی ہیں۔اسی وجہ سے یہ موضوع دنیا بھر میں اختلافات کے ساتھ ساتھ ہمیشہ بحث اور تنقید کا نشانہ بھی بنتا ہے۔"[6]

معروف سکالر محمد النجیمی کہتا ہے:المقصود بحقوق الإنسان: تلك المبادئ والقوانين العامة التي اتفقت عليها الأديان، والقوانين الدولية فيما يتعلق باحترام الإنسان في مجال عقيدته، وحريته، وثقافته، وفي مجال حقوق المرأة والطفل، والقضايا السياسية، وحرية التفكير... وهي حقوق كفلتها الشريعة الإسلامية وجميع الأديان والقوانين الدولية۔

> "انسانی حقوق سے مراد جملہ ادیان اور بین الاقوامی مواثیق کی رو سے تمام قسم کے متفقہ رہنما اصول و قواعد ہیں، جن کا تعلق احترام انسانیت سے ہوں جیسا کہ دینی و معاشرتی آزادی، حقوقِ نسواں، بچوں کے حقوق، تمام قسم کے سیاسی حقوق اور آزادی اظہار رائے وغیرہ ایسے امور ہیں جن کو تمام ادیان اور حقوق انسانی کے عالمی دستاویزات میں بطور حقوق تسلیم کیا گیا ہے۔"[7]

ڈاکٹر وہبہ الزحیلی کہتے ہیں:المراد بحقوق الإنسان حماية مصلحة الشخص سواء أكان حقاً عاماً كتحقيق الأمن، وقمع الجريمة، ورد العدوان، والتمتع بالمرافق العامة. أم خاصاً كحق الزوجة في النفقة وحق الأم في الحضانة لطفلها، وحق الأب في الولاية على أولاده ونحوه۔

> "انسانی حقوق سے مراد کسی بھی شخص مصلحت کی حفاظت ہوتی ہے، چاہے وہ عمومی مصلحت ہو جیسے امن وامان کی فراہمی، جرائم کا روک تھام، دشمن کی سرکوبی اور عمومی سہولیات سے استفادے کا حق وغیرہ یا وہ کوئی مصلحت خاصہ ہو جیسا کہ بیوی کا شوہر پر نفقہ کا حق، اور ماں کے لیے بچہ کا حقِ حضانت اور باپ کا بیٹوں پر حقِ ولایت وغیرہ"[8]

انسانی حقوق کا جدید تصور دوسری جنگ عظیم کے بعد وضع کیا گیا اور ان حقوق کو نشان زد کرنے کی بنیادی وجہ اجتماعی موت تھی۔اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے 1948 میں انسانی حقوق کے عالمی اعلامیے کا مسودہ تیار کیا۔اگرچہ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ "انسانی حقوق" کی اصطلاح نسبتاً نئی ہے اور اس سے پہلے انسانی آزادی، حقوق، سہولیات تک رسائی اور انصاف کے بارے میں قوانین اور روایات موجود تھیں۔اس کی واضح مثال کلاسیکی یونانی قانون اور رومن قانون ہیں۔روشن خیالی کے دوران انسانی حقوق کے بارے میں زیادہ سے زیادہ بیداری پیدا ہوئی اور جان لاکر اور کانٹ جیسے فلسفیوں نے انسانی حقوق کی فطرت پرست تشریحات پیش کیں۔اسی طرح ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں حقوق کا قومی بل اور انسانی اور شہری حقوق کی قرارداد بہت پہلے متفقہ طور پر منظور ہو چکی تھی۔دنیا کے دیگر معاشروں بالخصوص اسلامی معاشروں نے انسانی حقوق کے حوالے سے اسی طرح کے قوانین لکھے ہیں۔اسی طرح یہ خیال عام ہو گیا کہ انسانی حقوق کا تصور دراصل زمانہ قدیم سے موجود ہے اور اس کا تعلق دستاویزات سے نہیں بلکہ کسی بھی معاشرے، ملک یا علاقے کی عمومی اخلاقیات اور ریاستی بالادستی سے ہے۔ان باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ انسانی حقوق سے مراد وہ بنیادی نعمتیں ہیں جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے بنی نوع انسان پر نازل کی ہیں تاکہ وہ بحیثیت انسان عزت کی زندگی گزار سکیں۔

انسانی حقوق کا تصور وارتقاء

CC BY

جیسے جیسے انسانی تہذیب شعور کی بلندیوں پر پہنچی، زندگی کے ہر شعبے میں اصول و ضوابط وضع کیے گئے۔زندگی کے معاملات کے لیے کچھ مقررہ اصولوں پر عمل کیا گیا۔ کبھی ان اصولوں کو انسانوں نے عقلی دلیل کی بنیاد پر وضع کیا اور عمرانی اصول کہا اور کبھی آسمانی صحیفوں کی بنیاد پر ان اصولوں کا تعین کیا۔ایک مہذب معاشرہ خواہ وہ خود ساختہ شہری اصولوں کی بنیاد پر قائم ہو یا مقدس تعلیمات سے اخذ کردہ سماجی ضابطوں اور قوانین کی بنیاد پر، دونوں صورتوں میں بنیادی انسانی حقوق کو اولین اہمیت دی جاتی ہے۔اگرچہ قدیم مصری، یونانی، عربی اور ہندوستانی تہذیبوں نے انسانی حقوق کے معاملے میں زیادہ دلبرداشتہ نہیں کیا لیکن جدید تہذیب نے انسانوں کے بنیادی حقوق کے تحفظ کو جدید ریاست کی بنیادی ذمہ داری قرار دیا ہے۔

جدید تہذیب کے شعوری ارتقا کا یہ سفر تقریباً 800 سال پر محیط ہے۔جب سے 1615 میں انگلستان میں مشہور میگنا کارٹا لکھا گیا، جس میں جرائم کی شفاف تفتیش اور مقدمہ چلانے کے حق کو تسلیم کیا گیا، تب سے یہ ارتقائی سفر جاری ہے۔1628 میں، انگریزی پارلیمنٹ میں حقوق کا بل پیش کیا گیا، جس میں ملزم کی غیر منصفانہ قید کے خلاف کارروائی جیسے قوانین وضع کیے گئے۔امریکہ کی برطانیہ سے آزادی کے بعد 1787 میں امریکی آئین اور 1791 میں بل آف رائٹس اہم دستاویزات ثابت ہوئے۔اسی طرح انقلاب فرانس کے بعد 1789 میں "انسان کے حقوق اور شہری کے حقوق کا اعلان" ایک سنگ میل ہے۔آخر کار، ایک طویل سفر کے بعد، اقوام متحدہ نے انسانی حقوق کے ایک جامع مسودے پر اتفاق کر لیا، انسانی حقوق کے عالمی اعلامیہ، جسے دسمبر 1948 میں منظور کیا گیا تھا۔اس منشور کے سائے میں دنیا بھر میں ”مہذب“ معاشروں کی دعویدار تمام ریاستیں اپنے آئین میں بنیادی انسانی حقوق کی بات کرتی ہیں۔لیکن کیا اس حقیقت سے انکار ممکن ہے کہ دنیا بھر کے "مہذب" معاشروں میں انسانی حقوق کا عملی طور پر احترام نہیں کیا جاتا یا دوسرے لفظوں میں ان کا دوہرا معیار ہے۔

ستم ظریفی دیکھیے کہ ان مہذب قوموں کے ہاتھ میں امن ہو یا جنگ، ہر جگہ انسان کے بنیادی حقوق پامال ہوتے نظر آتے ہیں۔مغرب کا سرمایہ دارانہ نظام ہو یا مشرق کا اشتراکی معاشرہ یا ترقی پذیر ممالک کے مخلوط نظام، ہر جگہ عام آدمی کے حقوق داؤ پر لگے ہوئے ہیں۔کیونکہ دنیا کی قوموں کے یہ منشور اپنی تمام تر باریکیوں کے باوجود کوئی قوت نہیں رکھتے۔اس کے مقابلے میں 1400 سال پہلے اسلام نے جو چارٹر آف ہیومن رائٹس پیش کیا تھا اس نے اسے اخلاقیات اور سزا دونوں کے ذریعے عملی قوت بخشی۔یقیناً یہ ایک کڑوا سچ ہے کہ جو قومیں آج ترقی یافتہ اور مہذب کہلاتی ہیں اور ”انسانی حقوق کے عالمی اعلامیہ“ کی علمبردار ہیں، ان کی تاریخ بے گناہوں کے خون سے رنگی ہوئی ہے۔جس کا مشاہدہ کرنے سے انسانی حقوق حتیٰ کہ انسانیت پر سوالیہ نشان بن جاتا ہے۔اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ آج کے ترقی یافتہ ممالک اقوام متحدہ کے چارٹر کو ایک معیار سمجھتے ہیں اور اس پر عمل درآمد نہیں کرتے۔تاہم ان تمام معاشروں میں ہمیشہ ایسے دانشور رہے ہیں جنہوں نے ہمیشہ ظلم کے خلاف آواز اٹھائی اور رنگ و نسل سے بالاتر ہوکر انسانوں کو ان کے بنیادی حقوق فراہم کرنے کی جدوجہد پر زور دیا۔یہی وجہ ہے کہ آج انسانی شعور ارتقاء کے عمل سے گزر کر اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ اگر انسانی معاشرہ انسانوں کے بنیادی حقوق کا تحفظ نہیں کر سکتا تو انسان کے لیے امن و امان سے رہنا ممکن نہیں۔

پہلی اور دوسری جنگ عظیم میں انسانی حقوق کی وسیع پیمانے پر ہونے والی پامالی کے بارے میں ہزاروں ناول اور افسانے لکھے گئے اور سیکڑوں فلمیں بنائی گئی ہیں، جن میں اس وقت کے مہذب ترین لوگوں نے بربریت کی بدترین مثالیں قائم کیں۔لیکن اگر یہ قومیں جنگوں سے سبق حاصل کرتیں تو دنیا امن کا گہوارہ بن چکی ہوتی۔ویتنام، بوسنیا، چیچنیا، افغانستان، عراق، کشمیر، شام اور فلسطین میں ہونے والی خونریزی نے ثابت کر دیا کہ انسانی حقوق کے تحفظ کا دعویٰ صرف کتابوں، سیمیناروں، تقاریر اور اعلانات تک محدود ہے۔اور دنیا بین الاقوامی سرمایہ داروں، اسلحہ ساز اداروں اور ملٹی نیشنل کمپنیوں کے ہاتھوں یرغمال بنی ہوئی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ لاکھوں زندگیاں اب بھی خطرے میں ہیں اور دنیا ایک طویل اور وسیع جنگ کی طرف بڑھ رہی ہے۔یہ استحصالی قوتیں دنیا کے سامنے ایک نیا تنازعہ لانے اور ظلم کے ایک نئے دور کا آغاز کرنے کے لیے ہر بار موقع نکالتی ہیں۔درحقیقت ظلم اور ناانصافی ایک سلسلہ وار ردعمل کی مانند ہے جس کے نتیجے میں تباہی کے اثرات بڑھتے رہتے ہیں۔جب کہ انصاف کی فراہمی اور انسانی حقوق کے تحفظ کے لیے جدوجہد کی مثال اس بھاری پانی کی سی ہے جو تباہی کے عمل کو روکتا اور سست کر دیتا ہے۔

> " معاشرے میں ہر طرف تباہی پھیل جائے گی اور جو لوگ ظلم کے حق میں نہیں وہ بھی ظلم اور ناانصافی کی چکی میں پس جائیں گے۔انسانی حقوق کے بارے میں سوچا جاتا ہے کہ وہ آج کی طرح کبھی حاصل نہیں ہوئے تھے۔عوام کی اکثریت اپنے بنیادی حقوق سے محروم اور ظلم کی چکی میں پس رہی تھی۔اگر کہیں سے آواز بھی اٹھتی تو طاقتور طبقات کے مضبوط ہاتھ اسے دبانے میں کامیاب ہو جاتے۔اس کی آزادی کو صحیح معنوں میں مغرب نے محسوس کیا اور مغرب ہی نے اسے اس کا واضح وژن دیا۔کہا جاتا ہے کہ فرانس کے الفانسو شاہ نہم نے یہ قانون پاس کیا تھا کہ کسی کو بلا وجہ قید نہیں کیا جا سکتا۔دوسرے لفظوں میں صوابدیدی نظر بندی کو کالعدم قرار دے دیا گیا۔اسے انسانی حقوق کی تاریخ کا ایک بڑا قدم سمجھا جاتا ہے۔اس کے بعد روسو فرانس میں پیدا ہوا، انسانی آزادی کا جو تصور اس نے اپنی کتاب میں دیا اس کا خوب چرچا ہوا۔انہوں نے کہا کہ انسان فطرتاً آزاد ہے اور اسے آزاد ہونا چاہیے۔ان کی کتاب کا مختلف زبانوں میں ترجمہ ہوا اور اسے ایک عظیم انقلابی کتاب قرار دیا گیا۔اس کا ترجمہ 'عمرانی معاہدہ' کے نام سے اردو زبان میں بھی دستیاب ہے۔ اس کتاب کے بعد فرانس میں ایک قسم کی ہلچل مچ گئی اور (انسان کے حقوق کا اعلان) کے نام سے ایک اعلامیہ شائع

ہوا، جس میں انسانی حقوق کا ذکر تھا۔تاریخ کے مختلف ادوار میں انسان نے ہمیشہ اپنے حقوق کے تحفظ کی کوشش کی ہے۔ ظلم اور استبداد کے خلاف جدوجہد کی تاریخ رقم کی ہے۔"[9]

بنی نوع انسان، کیونکہ فلسفیوں اور دانشوروں کے مطابق تمام مذاہب اس کائنات کا موضوع ہیں۔اسی وجہ سے ہر دور میں انسانوں کی فلاح و بہبود اور ان کی مدد کے لیے کسی نہ کسی شکل میں اقدامات کیے جاتے رہے ہیں۔ [10]

اسلام اور فکری آزادی

آج کل انسانی حقوق کے نام نہاد لیڈر یہ کہتے نہیں تھکتے کہ اسلام تلوار سے پھیلا اور مسلمانوں نے انسانی حقوق کی خلاف ورزی کی۔اس اعتراض کے جواب میں ہم اپنے آپ کو صرف دو تاریخی واقعات تک محدود رکھیں گے۔جس میں مسلمانوں کے مخالفین کے ساتھ برتاؤ کا جائزہ لیا جائے گا۔

"ساتویں صدی میں اسلام کے ظہور کے ساتھ ہی شام اور فلسطین کے علاقوں میں مجوسیوں نے عیسائیوں کے رومن کیتھولک فرقے پر فتح حاصل کی، کیونکہ قرآن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف کرتا ہے۔اسی وجہ سے مشرکین مکہ نے مسلمانوں سے دشمنی کی وجہ سے عیسائیوں کی شکست کا جشن منایا جس سے مسلمانوں کو سخت ناگوار گزرا۔ چنانچہ قرآن کریم نے مسلمانوں کی حوصلہ افزائی کی اور دوسری مرتبہ رومن کیتھولک کی مجوسیوں پر فتح کی بشارت دی جس سے مسلمانوں کے حوصلے ایک بار پھر بلند ہوئے۔"[11]

اس کے کچھ عرصہ بعد مجوس اور رومن کیتھولک کے درمیان دوبارہ معرکہ ہوا جس میں کیتھولک نے مجوسیوں پر فتح حاصل کی اور دوسری طرف بدر کے میدان میں مسلمانوں نے مشرکین عرب پر فتح حاصل کرلیا،اس کے باوجود مسلمانوں نے مشرکین سے عقیدے کی بنیاد پر کوئی انتقام نہیں لیا، چنانچہ قرآن پاک نے صریح طور پر اعلان کردیا،لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ۔

"یعنی جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ نہیں کی اور نہ تم کو تمہارے گھروں سے نکالا ان کے ساتھ بھلائی اور انصاف کا سلوک کرنے سے خدا تم کو منع نہیں کرتا۔خدا تو انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔"[12]

اس آیت کریمہ میں مکمل طور پر فکری آزادی کو تسلیم کیا گیا ہے۔

"اسلام میں آزادی فکر کے لحاظ سے دوسرے اہم تاریخی واقعہ فتحِ بیت المقدس ہے، جب خلیفہ ثانی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں مسلمانوں نے بیت المقدس پر قبضہ کرلیا، تو عیسائیوں کو فکری اور مذہبی طور پر مکمل امان دیا گیا، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا، کہ عیسائیوں کے چرچ اور معبد خانوں کی مکمل حفاظت کی جائے،اور ایک تاریخی معاہدہ لکھا گیا جس میں یہ بات بھی صراحت کے ساتھ لکھی گئی تھی کہ عیسائی اپنے مذہبی معاملات میں مکمل طور پر آزاد ہیں اور یہ کہ ان کے عبادت خانوں کے آس پاس کسی دوسرے مذاہب کے لوگ قیام نہیں کریں گے۔"[13]

اسلام اور حق تعلیم

اسلام ہر انسان کے لیے حصولِ علم کا حق تسلیم کرتا ہے بلکہ علم کو انسان کے لیے زینت قرار دیتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری ہے: قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ۔

"کہہ دیجئے کیا عالم اور جاہل کبھی برابر ہو سکتے ہیں۔"[14]

تو گویا ایک انسان علم کی بدولت ہی فضیلت حاصل کرتا ہے،اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حصولِ علم کو تمام مسلمانوں پر لازم قرار دیا اور فرمایا: طلب العلم فریضة علی کل مسلم۔

"حصولِ علم ہر مسلمان پر فرض ہے۔"[15]

بلکہ اسلامی نقطہ نظر سے علم اللہ کو پہچاننے اور کائنات کی تسخیر کا واحد ذریعہ ہے۔

"روزِ اول سے اسلام نے ناخواندگی کے مسئلے کو بنیادی مسئلہ قرار دے پہلی فرصت میں اس کو حل کرنے پر زور دیا۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حصول علم کو مرد و عورت دونوں کے لیے لازمی قرار دیا۔"[16]

حصولِ علم کے معاملہ میں اسلام نے مرد اور عورت اور آزاد اور غلام میں بھی کوئی فرق نہیں رکھا بلکہ عورت اور غلام کو بھی علم و ادب حاصل کرنے کا مکمل اختیار اور حق دیا۔ ارشاد نبوی ہے: أيما رجل كانت عنده وليدة أي جارية فعلمها فأحسن تعليمها وأدبها فأحسن تأديبها ثم أعتقها وتزوجها فله أجران۔

"جس شخص کے پاس کوئی باندی ہو اور اس نے اس کی اچھی طرح تربیت کی اور پھر اسے آزاد کر کے اس سے شادی کی، تو وہ دو اجر کا مالک بن گیا۔"[17]

اسلام اور آزادی اظہار رائے

آزادی اظہار جدید تہذیب کا قیمتی اثاثہ ہے۔انسانیت نے آزادی کی یہ نعمت صدیوں کی قربانیوں اور مشقتوں کے نتیجے میں حاصل کی ہے۔اگر رائے کے اظہار کی آزادی کو بعض اخلاقی ضابطوں کا پابند بنایا جائے تو اس سے کسی انسانی حق کو نقصان نہیں پہنچتا، کیونکہ آزادی رائے اگرچہ ہر انسان کا بنیادی حق ہے لیکن یہ حق مطلق اور نا اہل نہیں ہو سکتا اور نہ ہی کوئی ایسا دعویٰ کر سکتا ہے۔حقوق کا مسئلہ باہمی ہے اور ان کا اطلاق دوسروں کے بنیادی حقوق پر منحصر ہے۔یہ اصرار کرنا نامناسب ہے کہ آزادی کا یہ تحفہ مطلق ہے اور اس پر پابندی نہیں ہونی چاہیے۔یہ ممکن ہے کہ ایسا حق دوسروں کے بنیادی انسانی حقوق کی نفی کرتا ہو۔

"ہر وہ ملک جو اس 'مہذب اور جمہوری' دنیا کا حصہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، اس نے آزادی اظہار کے معاملے میں اپنے معاشرے کے مفاد میں اپنی حدود متعین کی ہیں، تاکہ بعض معاشرتی انسانی رویوں کو ایک خاص سطح پر برقرار رکھ سکیں۔ ان کے علاقائی رسم و رواج، اخلاقیات، مسلم سماجی اقدار، ثقافت اور مذہب کے تحفظ کی بنیاد پر۔اسلام میں آزادی اظہار رائے کا سب سے بڑا مظہر اجتہاد ہے۔"[18]

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب معاذ بن جبل کو یمن کی طرف بھیجا تو ان سے فرمایا:كيف تصنع إذا عرض لك قضاء؟ فقال: أقضي بكتاب الله. قال: إن لم يكن في كتاب الله؟ قال: فبسنة رسول الله. قال فإن لم يكن في سنة رسول الله؟ قال أجتهد برأئي ولا ألو. قال فضرب رسول الله صلى الله عليه وسلم في صدره ثم قال: الحمد لله الذي وفق رسول رسول الله كما يرضي رسول الله۔

"(ترجمہ): اے معاذ جب تیرے پاس کوئی معاملہ آئے تو کیسے فیصلہ کرے گا؟ تو انہوں نے کہا: میں کتاب اللہ کے ذریعے فیصلہ کروں گا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو کتاب اللہ میں نہ پائے تو انہوں نے کہا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ کروں گا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ پائے تو؟ انہوں نے کہا میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور کوتاہی نہیں کروں گا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینے پر ہاتھ رکھا اور کہا تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کو اس چیز کی توفیق دی جس کے ذریعے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرتا ہے۔"[19]

کیونکہ اسلام ایک آفاقی مذہب ہے اور اس نے تمام لوگوں کے حقوق محفوظ رکھے ہیں۔اسی لیے اسلام نے آزادی اظہار کی کچھ حدود مقرر کی ہیں۔کیونکہ جو بھی چیز حد سے بڑھ جاتی ہے وہ حقیر نظر آتی ہے۔تو ایک انگریزی کہاوت ہے (ہر چیز تک رسائی بری ہے)۔ لہٰذا اسلام نے ان مسائل کو مدنظر رکھتے ہوئے اختلاف کی صورت میں ہمیشہ کتاب اللہ اور سنت رسول کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ أَطِيعُواْ اللّهَ وَأَطِيعُواْ الرَّسُولَ وَأُوْلِي الأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلاً۔

"مومنو! خدا اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں ان کی بھی اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں خدا اور اس کے رسول کے حکم کی طرف رجوع کرو یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا مآل بھی اچھا ہے۔"[20]

اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ اظہارِ رائے کی آزادی میں کسی کی کردار کشی نہ ہو اور یہ کہ اظہار رائے معاشرے میں فساد کا باعث نہ بن جائے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے : فَاذْكُرُوٓا آلَاءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ۔

"یعنی پس تم اللہ کی نعمتوں کا شکریہ بجالاؤ اور زمین میں فسادی بن کر نہ پھیرو۔"[21]

ان آیات کریمہ کی روشنی میں یہ اخذ کیا جاسکتا ہے، کہ اسلام شائستہ انداز میں اظہار رائے کی نہ صرف اجازت دیتا ہے بلکہ بعض اوقات اس کی حوصلہ افزائی بھی کرتا ہے۔ جیسا کہ :

"صحافت جسے جمہوری نظام کا چوتھا ستون قرار دیا جاتا ہے۔اسلام نے اس کے لیے اخلاقیات مقرر کرکے یقیناً انسانیت پر ایک بڑا احسان کیا ہے۔"[22]

سابق برطانوی وزیر خارجہ جیک سٹرا (Jack Straw) نے کہا تھا:

"ہر شخص کو آزادیِ اِظہارِ رائے کا حق حاصل ہے اور ہم اس کا احترام کرتے ہیں لیکن کسی کو بھی توہین کرنے یا بغیر کسی سبب کے اشتعال انگیزی کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔... ہر مذہب کے لیے کچھ قابل حرمت اُمور ہوتے ہیں۔ لہٰذا یہ درست نہیں کہ آزادیِ اِظہار رائے کے نام پر عیسائیوں کی تمام مقدس رسوم اور عبادات پر ہر طرح کی تنقید کی جاتی رہے اور نہ ہی اس کی کوئی گنجائش ہے کہ یہودی، ہندو یا سکھ مذہب کے حقوق اور مقدس رسوم کو موردِ الزام ٹھہرایا جائے۔نہ ہی ایسا رویہ مذہبِ اسلام کے حوالے سے اختیار کیا جانا چاہیے۔ہمیں اس طرح کی صورت حال میں عزت و احترام کو برقرار رکھنے کے لیے احتیاط کرنا ہوگی۔"[23]

پوپ فرانسس نے جنوری 2015 کے پیرس میں ہونے والے دہشت گردانہ حملوں پر بات کرتے ہوئے کہا کہ آزادی اظہار کی کچھ ضروری حدود اور پابندیاں ہیں، خاص طور پر جب کوئی شخص مذہبی طور پر ناراض ہو۔پوپ فرانسس نے مزید کہا:

"بہت سے لوگ مذاہب کے بارے میں بڑی تحقیر آمیز گفتگو کرتے ہیں۔دوسروں کے مذاہب کا مذاق اڑاتے ہیں اور اِس تحقیر کو اپنا مشغلہ بنا لیتے ہیں۔یہ لوگ در حقیقت اشتعال دلانے کا کام کرتے ہیں۔ایسے لوگوں کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے گا جو میرے دوست ڈاکٹر گیسپری (Dr Gasparri) کے ساتھ ہو گا۔اگر وہ میری ماں کے خلاف کوئی توہین آمیز لفظ بولتا ہے ایسے عمل پر اسے میری طرف سے ایک مُکے کی توقع ہی کرنی چاہیے۔ہر کام کی کوئی حد ہوتی ہے۔مجھے ذاتی بے توقیری قطعاً ناقابل قبول ہے، خصوصاً جب بے توقیری مذہب سے متعلق ہو تو ایسا عمل نہ تو انسانی سطح پر اور نہ ہی اخلاقی و معاشرتی سطح پر قبول کیا جاسکتا ہے۔ایسا کرنے والے دنیا میں امن برقرار رکھنے کی کوئی مدد نہیں کرتے اور نہ ہی دنیا کے لئے خود کو منفعت بخش ثابت کرتے ہیں۔کسی کو اشتعال دلانا کوئی اچھی بات نہیں ہے۔آپ کو دوسروں کے اعتقادات کی تحقیر کا کوئی حق نہیں ہے۔آپ کو دوسروں کے عقائد کے مذاق اڑانے کا کوئی حق نہیں ہے۔"[24]

اسلام اور اقوام متحدہ کا عالمی منشور

10 دسمبر 1948 کو اقوام متحدہ نے انسانی حقوق کا عالمی اعلامیہ اپنایا اور اسے دنیا کے سامنے پیش کیا۔اسے انسانی حقوق کے میدان میں ایک بڑا انقلابی قدم سمجھا جاتا ہے اور خیال کیا جاتا ہے کہ انسانی حقوق اس میں حقوق کا ایک بہت واضح تصور موجود ہے اور یہ انسانوں کو ظلم و زیادتی سے بچانے کی ایک کامیاب کوشش ہے۔اس منشور میں تین باتوں پر زور دیا گیا ہے[25]:

1. فردی آزادی
2. مساوات
3. عدل وانصاف

قانون کے ماہرین کے نزدیک یہ اس اعلانیے کی بنیادی خصوصیات ہیں۔اگر یہ تینوں چیزیں انسان کو مل جائیں تو اس کے حقوق محفوظ ہو جاتے ہیں اور یہی تین چیزیں اسلامی حقوق کی بھی بنیاد ہیں۔

اقوام متحدہ کے منشور کی خامیاں

اس منشور میں کچھ خامیاں بھی ہیں اور عملی رکاوٹ بھی۔ایک یہ کہ یہ منشور منظور ہوچکا ہے لیکن اس کے پیچھے کوئی طاقت نہیں ہے۔یہ کسی بھی ملک کو پابند کرنے کے لیے کوئی ٹھوس اور موثر طریقہ کار تجویز نہیں کرتا، خاص طور پر طاقتور ملک، اگر وہ اس کی خلاف ورزی کرتا ہے۔اس کا ثبوت آپ آج کی دنیا میں دیکھ سکتے ہیں کہ ہر بڑا ملک اپنی طاقت کے نشے میں دھت ہو کر انسانی حقوق کی خلاف ورزی کر رہا ہے اور کوئی اسے روکنے والا نہیں۔دوسری بات یہ کہ اسے مذہبی آزادی حاصل ہے۔اسے تسلیم کیا گیا ہے، لیکن اس آزادی کے حقیقی معنی کی وضاحت نہیں کی گئی ہے۔فرض کریں کہ مذہبی آزادی کا تصور صرف یہ ہے کہ کوئی شخص پوجا کر سکتا ہے، عبادت گاہ میں جا سکتا ہے اور اللہ کی عبادت کر سکتا ہے، مسجد میں نماز پڑھ سکتا ہے، چرچ میں، گوردوارے میں یا کسی بھی چیز میں اپنے مذہب کے مطابق نماز میں شریک ہو سکتا ہے۔اگر کوئی عبادت گاہ میں پہنچ کر عبادت کی رسم ادا کرے تو یہ بھی آزادی ہے۔اس سے آگے کچھ نجی اور خاندانی معاملات میں آزادی دے کر کہا جا سکتا ہے کہ یہ مذہبی آزادی ہے۔آج مذہبی آزادی کا کوئی حقیقی تصور نہیں ہے، لیکن اسلام کے معاملے میں مشکل یہ ہے کہ وہ ہمیں پوری زندگی کے بارے میں ہدایات دیتا ہے اور ان پر عمل کرنے کا حکم دیتا ہے۔ایسا کوئی آئین نہیں ہے جو کہتا ہو کہ مسلمانوں کو اپنے مذہب کے تمام احکام پر عمل کرنے کی آزادی ہے اور وہ اپنے دائرے میں اپنا قانون نافذ کر سکتے ہیں۔تیسری بات یہ ہے کہ مغرب میں کلیسا اور اس کے زیر اثر حکمران طبقے نے انسان کی آزادی فکر و عمل اور اس کے بنیادی حقوق کے حوالے سے انتہائی غلط رویہ اختیار کیا جس کا حقیقی مذہب سے کوئی تعلق نہیں تھا۔اس کے جواب میں انسانی حقوق کا موجودہ تصور سامنے آیا۔اس میں مذہب کے اصل کردار کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا ہے۔دنیا کے مختلف خطوں اور مختلف ادوار میں آنے والے اللہ کے رسولوں کی تعلیمات کیا تھیں، اقتدار ملنے پر ان کا رویہ کیا تھا اور انسانیت فلاح سے کیسے دور ہو گئی؟ یہ بات کہیں زیر بحث نہیں ہے۔گویا یہ طے ہو گیا کہ مذہب کے بغیر یا مذہب کے بغیر بحث کی جائے گی۔اس لیے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ ایک معروضی یا غیر جانبدارانہ مطالعہ ہے، واضح طور پر یہ ایک جانبدارانہ مطالعہ ہے۔جس میں پیشگی فیصلہ کیا گیا ہے کہ مذہب کے اصل کردار پر بات نہیں کی جائے گی، بلکہ اسے نظر انداز کیا جائے گا۔انسانی حقوق کے حوالے سے اقوام متحدہ کے چارٹر کے ارٹیکل نمبر ۲۶ کے پہلے فقرے میں لکھا گیا ہے:

Everyone has the right to education. Education shall be free

دنیا کے ہر شخص کو تعلیم وتربیت حاصل کرنے کا مکمل حق ہے،اسی طرح اسی ارٹیکل کے تیسرے فقرے کے اندر آیا ہے

Parents have a prior right to choose the kind of education that shall be given to their children.

والدین کو یہ حق حاصل ہے کہ کہ وہ اپنی اولاد کے لیے تعلیم وتربیت کا انتخاب کریں

اسی طرح ارٹیکل نمبر ۲۶ کے تیسرے فقرے میں لکھا ہے۔

Education shall be directed to the full development of the human personality and to the strengthening of respect for human rights and fundamental freedoms.

تعلیم وتربیت ایسی ہونی چاہیے کہ اس سے انسان کی شخصیت نکھر جائے اور اسی طرح تعلیم وتربیت کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس میں انسانی حقوق اور آزادیوں کا لحاظ رکھا گیا ہو۔"[26]

اسی طرح آرٹیکل نمبر ۱۵ ہر شخص کے لیے کسی بھی علمی اور ثقافتی سرگرمی میں برابر شریک ہونے اور مستفید ہونے کا حق فراہم کرتا ہے۔ درجہ بالا اقتباسات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس میں انسانی حقوق کے حوالے سے کئی اہم چیزوں کا احاطہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ اسلامی نقطہ نظر سے اس قسم کے معاہدات اور اداروں کی حوصلہ افزائی کرنا اور ان معاہدات کی پاسداری کرنا ایک شرعی امر ہے۔ کیونکہ اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد ہے: وَتَعَاوَنُواْ عَلَى الْبرِّ وَالتَّقْوَى وَلاَ تَعَاوَنُواْ عَلَى الإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔

"یعنی نیکی اور تقوی کے معاملے میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ ودشمنی میں ایک دوسرے سے تعاون مت کرو۔"[27]

اسلامی نقطہ نظر

جہاں تک اسلام کا تعلق ہے تو اسلام نے نہ صرف انسانیت کے لیے چودہ سو سال پہلے یہ حقوق مقرر کئے بلکہ ان حقوق کی ادائیگی کی بھی ضمانت دی۔ چنانچہ ان حقوق کو فرض کا درجہ دیا گیا۔

"اسلامی نقطہ نظر سے انسانِ اوّل حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہی میں ایک بیٹے نے دوسرے بیٹے کا محض اس وجہ سے خون بہادیا کہ اس کی قربانی اللہ کے دربار سے رد ہوگئی اور اس کے بھائی کی قربانی نے شرف قبولیت حاصل کر لیا۔ لیکن چونکہ اس کا ضمیر زندہ تھا۔ اسے بعد میں اس پر ندامت بھی ہوئی۔"[28]

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ظلم و زیادتی بند نہ کی گئی تو ایک بھائی کے ہاتھ دوسرے بھائی کے خون سے رنگین ہو سکتے ہیں، اس لیے اسلام چاہتا ہے کہ ظلم اور زیادتی ہر حال میں ختم ہو اور کسی کو بھی اس کی اجازت ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ دوسروں پر ظلم کرے۔ اس کے لیے اس نے ایک جامع اور جامع قانون پیش کیا ہے۔ یہ ہر پہلو سے عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے اور انسان کو وہ تمام حقوق دیتا ہے جو اسے حقیقت میں ملنے چاہئیں اور جن کی آج اور کل ضرورت تھی۔ یہ قانون مہذب دنیا کے ایک بڑے حصے میں صدیوں سے نافذ ہے اور دنیا نے اس کا کامیابی سے تجربہ کیا ہے۔ اس لیے ان حقوق کو ترک کرنا بھی اسلامی نقطہ نظر سے جائز نہیں۔ اگرچہ اقوام متحدہ کے چارٹر میں ان حقوق کا تذکرہ کیا گیا ہے لیکن عملی طور پر ان حقوق کو نافذ کرنے کی کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی گئی۔ چنانچہ کچھ عرصے کے لیے یہ قوانین سرد خانے میں پڑے رہے تاہم 1950 میں یورپی یونین نے ان قوانین کے نفاذ کے لیے ایک الگ کمیشن قائم کیا۔ اسلام میں شروع سے ہی اس کے برعکس تھا، اس لیے اسلامی نقطہ نظر سے خلیفہ کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ ان حقوق کی فراہمی کو یقینی بنائے اور نادہندگان کے خلاف قانونی کارروائی کرے۔ دوسری طرف جمہوری حلقوں میں کسی حد تک ان حقوق کا نفاذ ممکن تھا لیکن سیکولر اور غیر جمہوری ممالک نے ان حقوق کی خلاف ورزی کی۔ لہذا تعلیم و تربیت کے حوالے سے والدین کو یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ اپنے بچوں کی جس طرح چاہیں تعلیم و تربیت کا اہتمام کریں لیکن سیکولر معاشروں میں والدین کو اس حق سے محروم ہونا پڑا۔ کیونکہ ان ممالک میں طلبہ کو ایک مخصوص سوچ سکھائی جاتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ مشہور یورپی فلسفی پروفیسر تاکن نے یورپی کمیشن کے یوم تاسیس کے موقع پر یہ بات واضح طور پر کہی۔ کہ اب ضروری ہے کہ بچوں کے بچپن کو غیر جمہوری قوتوں سے نجات دلائی جائے۔[29]

نتائج بحث

اس بحث کے نتیجے میں یہ معلوم ہوا کہ اسلام میں انسانی حقوق کو بنیادی اہمیت حاصل ہے اور اسلام میں ایک انسان کا بطور انسان احترام کیا جاتا ہے اور وہ انسانی حقوق کا مکمل حقدار ہے اور یہ حق اسلام نے انسانیت کو دیا ہے۔ ڈیڑھ سو سال پہلے ، اور ایک ہی وقت میں ان حقوق کی ادائیگی کے لیے ایک مربوط طریقہ کار متعارف کرایا۔ اگرچہ بین الاقوامی کنونشنز میں انسانی حقوق کے حوالے سے بہت سی مثبت باتیں موجود ہیں، تاہم اسلام نے تمام حقوق کا احاط کیا ہے۔ اگر کوئی غیر مسلم کسی مسلمان کے حقوق کی خلاف ورزی کرتا ہے تو کسی مسلمان کے لیے ان کے حقوق کی خلاف ورزی کرنا جائز نہیں ہے۔ کریں کیونکہ بحیثیت مسلمان اسلام آج بھی ہمیں دوسروں کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیتا ہے، اسی طرح یہ بھی معلوم ہے کہ ہر انسان کے حقوق ہیں اور ان حقوق کے بدلے اسلام نے ہر انسان پر کچھ ذمہ داریاں عائد کی ہیں۔

تجاویز

اس بحث کے نتائج کی روشنی میں کچھ تجاویز پیش کی جاتی ہیں، جن پر مزید تحقیق اور عملی کام کی فوری ضرورت ہے، تاکہ انسانی حقوق کے حوالے سے معاشرے میں بیداری پیدا کی جا سکے۔

1. پاکستان کے تعلیمی اداروں میں انسانی حقوق سے متعلق مواد کی جانچ کے لیے ایک خصوصی نصاب کمیٹی تشکیل دی جائے اور نصاب میں انسانی حقوق سے متعلق مواد کو خاطر خواہ اضافہ کیا جائے۔

CC BY

2. پاکستان میں انسانی حقوق کے بارے میں آگاہی کی سطح کو جانچنے کے لیے ایک تحقیق سروے کرایا جائے، تاکہ اس کی روشنی میں مستقبل کا لائحہ عمل مرتب کیا جا سکے۔
3. پاکستان کے تمام مدارس کے منتظمین کو اعتماد میں لے کر مدارس میں انسانی حقوق سے متعلق نصاب کی ترقی کے عمل کو جدید خطوط پر استوار کیا جائے۔
4. پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا پر نشر ہونے والے تمام پروگراموں کے لیے انسانی حقوق کے حوالے سے ایک منظم ضابطہ اخلاق وضع کیا جائے تاکہ نوجوانوں کو تخریبی اور انتہا پسندانہ رویوں سے بچایا جا سکے اور انسانی حقوق سے متعلق آگاہی کو فروغ دیا جا سکے۔

کتابیات

1. AbuBakar, M .(خطبات نبوی کے تناظر میں)اجتماعی انسانی حقوق.(2024) .Tanazur.682-667 ,(1)5 ,
2. Lau, S.انسانی حقوق کے حوالے سے پاکستان کی کارکردگی-کاجائزہ.(2023) .
3. Mahjbeen, S & ,.Qazi, H. M. Z .مذہبی آزادی اور انسانی حقوق میں عالمی امن کا کردار: تحقیقی و تجزیاتی جائزہ.(2024) .GUMAN-196 ,(1)7 , .205
4. Rizvi, S. M. (2020). سیرت النبی ﷺ اور انسانی حقوق. Quarterly Social & Religious Research Journal NOOR-E-MARFAT, 11(3), 45-65.
5. ابن منظور، محمد بن مكرم - لسان العرب –دار المعارف، مصر 1989
6. الأسطل والمرجع السابق ص19
7. الأسطل، إسماعيل- حقوق الانسان في الشريعة والقانون- الجامعة الإسلامية غزة ط61 ص15.
8. البخاري، محمد إسماعيل ، صحيح البخاري 4795/5 تحقيق مصطفى البغا بيروت – ابن كثير، اليمامة ط3 1407.
9. جريدة الرياض شماره نمبر -2003/10/13م.
10. الدارمي، عبدالله بن عبدالرحمن أبو محمدو سنن الدارمي ج1 باب الفتيا وما فيه في الشدة تحقيق فؤاد أحمد زرملي وخالد السبع. ص72- - دار الكتاب العربي، بيروت ط1 1407هـ
11. درويش ، محمد فهيم ، الشرعية الدولية لحقوق الانسان بين سيادة السلطة وحكم القانون، القاهرة، 2007، ص 5.
12. الدواليبي سابقه مرجع ص93
13. الدواليبي، محمد – الندوات العلمية حول الشريعة الإسلامية وحقوق الإنسان في الإسلام- الرياض مطابع العصر بدون ت ص91.
14. الزحيلي، وهبة- الفقه الإسلامي وأدلته 14/4، دار الصادر، بيروت، 1995
15. القرآن
16. القزويني، محمد بن يزيد. سنن ابن ماجه 228/1، دار الصادر، بيروت، لبنان، 1990
17. مجلة حقوق الإنسان الأوروبية – المجلد السادس 1973م ص479.
18. المحمصاني، صبحي – أركان حقوق الإنسان في الشريعة الإسلامية والقوانين الدولية الحديثة-
19. نبيل عبد الرحمن ناصر الدين، ضمانات حقوق الانسان وحمايتها وفقا للقانون الدولي والتشريع الدولي، الإسكندرية ، 2006، ص 9
20. الهيثمي، نور الدين علي بن أبي بكر، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج1، ص326 –دار الفكر- بيروت 1412.

---

[1] Rizvi, S. M. (2020). سیرت النبی ﷺ اور انسانی حقوق. Quarterly Social & Religious Research Journal NOOR-E-MARFAT, 11(3), 45-65.

[2] ابن منظور، محمد بن مكرم - لسان العرب –دار المعارف، مصر 1989

[3] البقرة:42

[4] الأسطل، إسماعيل- حقوق الانسان في الشريعة والقانون- الجامعة الإسلامية غزة ط61 ص15.

[5] الأسطل والمرجع السابق ص19

[6] Lau, S. (2023). انسانی حقوق کے حوالے سے پاکستان کی کارکردگی-کا جائزہ.

[7] جريدة الرياض شماره نمبر -2003/10/13م.

cc BY

[8] الزحيلي، وهبة- الفقه الإسلامي وأدلته 14/4، دار الصادر، بيروت، 1995

[9] درويش ، محمد فهيم ، الشرعية الدولية لحقوق الانسان بين سيادة السلطة وحكم القانون، القاهرة، 2007، ص. 5

[10] نبيل عبد الرحمن ناصر الدين، ضمانات حقوق الانسان وحمايتها وفقا للقانون الدولي والتشريع الدولي، الإسكندرية ، 2006، ص ، 9

[11] الدواليبي، محمد – الندوات العلمية حول الشريعة الإسلامية وحقوق الإنسان في الإسلام- الرياض مطابع العصر بدون ت ص91.

[12] الممتحنة: 8

[13] الدواليبي سابقه مرجع ص93

[14] الزمر: 9

[15] الهيثمي، نور الدين علي بن أبي بكر، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج1، ص326 –دار الفكر- بيروت 1412.

[16] القزويني، محمد بن يزيد. سنن ابن ماجه 228/1، دار الصادر، بيروت، لبنان، 1990

[17] البخاري، محمد إسماعيل ، صحيح البخاري 4795/5 تحقيق مصطفى البغا بيروت – ابن كثير، اليمامة ط3 1407.

[18] AbuBakar, M .(خطبات نبوی کے تناظر میں). اجتماعی انسانی حقوق (2024) .Tanazur.682-667 ,(1)5 ,

[19] الدارمي، عبدالله بن عبدالرحمن أبو محمدو سنن الدارمي ج1 باب الفتيا وما فيه في الشدة تحقيق فؤاد أحمد زرملي وخالد السبع.
ص72- - دار الكتاب العربي، بيروت ط1 1407هـ

[20] النساء 59

[21] الأعراف 74

[22] المحمصاني، صبحي – أركان حقوق الإنسان في الشريعة الإسلامية والقوانين الدولية الحديثة-

[23] https://www.minhajbooks.com/urdu/tid/51127/www.thefatwa.com

[24] https://www.minhajbooks.com/urdu/tid/51127/www.thefatwa.com

[25] Mahjbeen, S & ,.Qazi, H. M. Z .مذہبی آزادی اور انسانی حقوق میں عالمی امن کا کردار: تحقیقی و تجزیاتی جائزہ (2024) .GUMAN.205-196 ,(1)7 ,

[26] http://www.un.org/en/documents/udhr/#atop

[27] النساء 59

[28] المائدة: 27

[29] مجلة حقوق الإنسان الأوروبية – المجلد السادس 1973م ص479.